

امید بھی یہی تھی کہ اس سے زیادہ دکھ دیے جائیں گے۔ گویا حقیقت اس شعر میں بھی اپنی پُر آلام زندگی کا نقشہ بڑے اثر انگیز انداز میں کھینچا ہے۔

۱۔ شرح : میری

زندگی ناکارہ، بیچ اور قابلِ نفرت ہے، کیونکہ میں پتھر بنا۔ اے کاش! پتھر ہوتا تو ہمیشہ اے محبوب! تیرے دروازے پر پڑا رہتا۔

عام قاعدہ تھا کہ مکانوں کے صحن گلیوں سے اونچے رکھتے تھے اور آمد و رفت کی آسانی کے لیے دہلیز کے ساتھ ایک پتھر لگا دیتے تھے۔ آج کل یہی کام سینٹ یا اینٹوں کے پالیوں سے لیا جاتا ہے۔ اس پتھر کو سنگ در یعنی دروازے کا پتھر کہتے تھے۔

شاعر کہتا ہے، اگر میں پتھر ہوتا تو تیرے دروازے پر پڑا رہتا۔ آتے جاتے تیری پاؤں سے نصیب ہوتی۔ اب میری زندگی کس کام کی ہے کہ تیرے

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں
کیوں گردشِ مدام سے گھبرانے جائے دل
انسان ہوں، پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں
یارب! زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے؟
لوح جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں
حد چاہیے سزا میں، عقوبت کے واسطے
آخر گنہگار ہوں، کافر نہیں ہوں میں
کس واسطے عزیز نہیں جانتے مجھے
لعل و زُرد و زرو گوہر نہیں ہوں میں
رکھتے ہو تم قدمِ مری آنکھوں سے کیوں دریغ
رُتبے میں مہر و ماہ سے کمتر نہیں ہوں میں
کرتے ہو مجھ کو منع قدم بوس کس لیے
کیا آسمان کے بھی برابر نہیں ہوں میں؟